نے ممنونیت کے ساتھ دست اعانت بڑھایا ہے۔ ان آبادیوں کی اکثریت کا دارو مدار ایسے فنڈز (جو بیرونی ممالک سے درآمد ہوتے ہیں۔ اور ان کی مقدار کئی ملین ڈالر تک پہنچتی ہے۔ ابھی مولانا نے یہ حوالہ پورا نہیں کیا تھا کہ عبدالحفیظ پیرزادہ نے اٹھ کر کہا کہ مولانا نام لیں جنگ میں کس نے جاسوسی کی، یہ آپ کیا لئے بیٹھے ہیں۔ آئینی پوزیشن کو بھی سمجھنا ہے اس طرح نقصان ہوگا ——— مولانا نے کہا کہ یہ صرف مذہبی معاملہ نہیں، سیاسی معاملہ بھی ہے۔ البتہ اگر وزیر قانون یقین دہانی کرائیں کہ دوسرے موقع پر اسے پیش کر دوں گا۔ تو اس وقت تک میں قرارداد کو واپس لیتا ہوں۔ البتہ قرارداد کا واپس لینا مقید اور مشروط ہوگا کہ اسے دوبارہ ایوان میں پیش کرنے سے نہیں روکا جائے گا۔ پیرزادہ نے کہا کہ ہم کس طرح روک سکتے ہیں۔ آپ جس وقت چاہیں اسے ایوان میں لا سکتے ہیں، میں کیسے روکوں گا۔ مولانا نے اس پر قرارداد مستقل آئین کے نفاذ تک واپس لی۔ اخبارات میں مبہم واپس لینے کا ذکر آیا۔ تو دوسرے دن ایوان میں مولانا نے اسکی وضاحت ضروری سمجھتے ہوئے دو باتوں کی طرف سپیکر کو توجہ دلائی ——— ایک یہ کہ قادیانیوں کو اقلیت قرار دینے کی میری قرارداد یہ کہہ کر مجھے واپس کر دی گئی کہ یہ مفاد عامہ کے خلاف ہے۔ حالانکہ یہ مسئلہ عین مفاد عامہ کا تقاضا ہے۔ اور مرزائیوں کو الگ کر دینا خود قادیانیوں کے مسلک اور پالیسی کے مطابق بھی ہے۔

سپیکر نے کہا کہ اس بارہ میں آپ میرے چیمبر میں آکر مجھ سے گفتگو کریں۔ یہاں نہیں کر سکتے۔ دوسری وضاحت مولانا نے یہ کی میں نے جناب سپیکر اور وزیر قانون کے مشورہ اور یقین دہانی پر مشترکوں کی قرارداد ملتوی کر دی ہے۔ واپس نہیں لی۔ کیا میں نعوذ باللہ ارتداد کی اجازت دے سکتا ہوں۔ سپیکر نے کہا ہاں یہ واپسی آئین کے نفاذ تک ہے۔ مولانا شاہ احمد نورانی نے بھی مولانا کی تائید میں فرمایا کہ نئے آئین کے بعد قرارداد کو ایوان میں لانے کے بارہ میں وزیر قانون کی یقین دہانی ریکارڈ پر ہے۔ مشورہ قبول کرنے کا مطلب قرارداد کو بالکل واپس لینا نہیں۔

سُودی نظام کے خاتمہ کی قرارداد

اس کے بعد مولانا عبدالحق مدظلہ نے سودی نظام کے متعلق وہ قرارداد پیش کی جس پر معرکۃ الآراء بحث ہوئی اور بالآخر سرکاری پارٹی نے اسے رائے شماری کے بعد اپنی اکثریت کے بل بوتے پر مسترد کر دیا۔ قرارداد میں ملک بھر میں سودی اقتصادی اور معاشی کاروباری نظام بشمول بنکنگ وغیرہ کو اسلامی اقتصادی نظام سے بدلنے کا کہا گیا تھا۔ نہ صرف آج کے غیر سرکاری دن بلکہ اگلے غیر سرکاری دن کو بھی اس پر بحث ہوتی رہی وزیر خزانہ مبشر حسن جناب پیرزادہ جناب جے اے رحیم، شیخ رشید وزیر صحت، علی حسن منگی، غلام نبی چوہدری، جناب ممتاز احمد جناب راؤ حفیظ اللہ، جناب گردیزی وغیرہ نے قرارداد کے مندرجات سے ایک حد تک اتفاق کرتے ہوئے بھی قرارداد کی مخالفت میں تقریریں کیں اور خود محرک قرارداد مولانا عبدالحق کے

کے علاوہ جناب غلام فاروق خان، راؤ خورشید علی، مولانا ازہری، مولانا محمد علی، مولانا عبدالحکیم، مولانا نعمت اللہ، مولانا ہزاروی، پروفیسر غفور جناب فاروقی صاحب، جناب محمود علی قصوری، جناب کرم بخش اعوان اور سرکاری پارٹی کے جناب غلام رسول تارڑ نے قرارداد کے حق میں تقریریں کیں۔ اخبارات میں پچھلی قرارداد کی طرح اس بحث مباحثہ کا بھی بہت ہی کم بلکہ نہ ہونے کے برابر ذکر آیا۔ اس لئے ہم ملک کو اقتصادی اور معاشی لحاظ سے درپیش اس اہم مسئلہ پر دونوں فریقوں کے ضروری نقطہ ہائے نظر پیش کرنا چاہتے ہیں ۔۔۔

سب سے پہلے قرارداد کے محرک مولانا عبدالحق مدظلہٗ نے تشریحی تقریر میں مختصراً سود کی شرعی قباحتوں پر روشنی ڈالی اور کہا کہ اسلامی جمہوریہ پاکستان کا سرکاری مذہب آئینی طور پر اسلام مانا گیا ہے، اور سب کو معلوم ہے کہ سود چاہے جس شکل میں بھی ہو اسلام نے اسے حرام قرار دیا ہے۔ احل اللّٰہ البیع وحرم الربوا۔ صاف اعلان ہے۔ (جو اللہ کا ارشاد ہے کہ جو شخص سودی کاروبار کرتا ہے اسے میری طرف سے اعلانِ جنگ ہے۔ فأذنوا بحرب من اللّٰہ ورسولہٖ۔ پھر ہمارے آئین میں بھی ہے کہ ہم سودی لین دین اور معاملات کو ختم کریں گے تو میری قرارداد کا مقصد یہ ہے کہ سودی نظام کو اسلام کے معاشی نظام سے تبدیل کرکے ملک میں غیرسودی نظام رائج کیا جائے۔

مولانا کے بعد سوشلسٹ نظام برپا کرنے کی دعویدار پارٹی کی طرف سے غلام نبی چوہدری نے قرارداد کی مخالفت کرتے ہوئے کہا آج کی ترقی پذیر دنیا میں کوئی بھی صنعت و تجارت سود کے بغیر آگے بڑھ نہیں سکتا۔ اور بنکوں کی حیثیت شریانوں جیسی ہے۔ مولانا بنک کے منافع کو سود سے تشبیہ دے رہے ہیں، اس کے بغیر ہم دنیا کے ساتھ معاملات نہیں کرسکتے۔ سود تو سودخور پٹھانوں والا حرام ہے۔ مطلقاً نہیں۔ اس ریمارک پر ایوان میں شور ہوا۔ اور مقرر نے الفاظ واپس لئے اور اس ضمن میں اصل مسئلہ کو ہنسی مذاق کو ٹالنے کی کوشش شروع ہوئی۔ مولانا غلام غوث ہزاروی نے تنبیہ کرتے ہوئے کہا کہ مسئلہ بڑا نازک ہے اس لئے مذاق سے کام نہیں لینا چاہئے، سوال بنکوں کے نہ ہونے کا نہیں سودی بنکنگ نظام کا ہے۔ مولانا نے سرکاری پارٹی کا رخ معقول موقف کی طرف موڑنے کی کوشش کرتے ہوئے کہا کہ آپ یہ کہہ سکتے ہیں کہ اس بارہ میں سوچا جائے گا۔ لیکن سودی نظام کے حق میں دلائل پیش کرنا مناسب نہیں ہوگا۔ مگر مولانا ہزاروی کے ارشاد کے برعکس آخر تک وہی نامعقول انداز سامنے آتا رہا۔ چوہدری غلام نبی کو اصرار تھا کہ میں بنک کے منافع کو سود تسلیم ہی نہیں کرتا۔ یہ تو ملازمین کی محنت ہے، منجمد سرمایہ کو حرکت دینا ضروری ہے۔ پروفیسر غفور نے پھبتی کسی کہ آج یہ سرمایہ داروں کا ایجنٹ بن کر کون بول رہا ہے؟ مولانا ہزاروی نے بھی کہا کہ اجلاس کے

کسی ممبر کو مفتی بننے کا حق حاصل نہیں۔ مصر کے مجمع البحوث الاسلامیہ کے سینکڑوں علماء نے سود کی موجودہ تمام قسموں کو حرام قرار دیا ہے۔

پھر ہمارے وزیرِ خزانہ بھی سودی نظام کو سرمایہ دارانہ نظام کی جڑ سمجھتے ہیں۔ غلام نبی صاحب نے کہا کہ سعودی عرب کے سرمایہ سے یورپ کے بنک چل رہے ہیں اور حکومت منافع لے رہی ہے۔ وزیرِ خزانہ ڈاکٹر مبشر حسن نے سود کی مخالفت کرنے کے ساتھ قرارداد کی بھی مخالفت کی اور کہا کہ صرف بنکوں سے سود کے خاتمہ سے استحصال ختم نہیں ہوتا۔ بٹائی وغیرہ کی کئی صورتیں سود میں آتی ہیں۔ (حالانکہ قرارداد میں صرف بنکوں کا نہیں ہر قسم سودی نظام کا ذکر تھا) انہوں نے کہا کہ ہمارے سوشلسٹ نظام قائم کرنے کے دعووں کا مطلب استحصال کی تمام قسموں کو ختم کرنا ہے۔ مگر ایک قرارداد پاس کرکے ہم کیسے سود ختم کر سکتے ہیں۔ اس لئے قرارداد کی مخالفت کرتا ہوں۔ اس مرحلہ پر ملک محمد جعفر جو قائم مقام سپیکر کے فرائض انجام دے رہے تھے نے قانونی نکتہ اٹھا کر وزیرِ قانون وغیرہ سے دریافت کرنا چاہا کہ ربوا ختم کرنے کا ذکر عبوری اور مستقل آئین کے رہنما اصولوں میں ہے تو کیا ایسی بات کے متعلق قرارداد آسکتی ہے۔ پیرزادہ صاحب وزیرِ قانون نے جواب میں کہا کہ قرارداد سے نیشنل اسمبلی کی خواہشات حکومت تک پہنچائی جاتی ہیں۔ آئین قرارداد سے بالاتر ہے۔ اب جب آئین میں ذکر ہے تو قرارداد کی اہمیت بھی نہیں رہتی اس لئے اگر مولانا اسے واپس لے لیں تو بہتر ہوگا۔ سابق وزیرِ قانون میاں محمود علی قصوری نے اس نکتہ پر بولتے ہوئے کہا کہ خود پالیسی اصول کے بارہ میں یہ مسلّم ہے کہ اسے قانونی ادارہ کے ذریعہ نافذ نہیں کیا جا سکتا۔ تو اس کی قانونی حیثیت کچھ بھی نہیں۔ اس میں شراب اور دیگر محرّمات کے ختم کر دینے کا بھی ذکر ہے۔ مگر اس کے باوجود اس ملک میں سب کچھ ہو رہا ہے۔ تو یہ پالیسی اصولوں پر عمل کرنے کا طریقہ ہے کہ ادارہ اپنی خواہشات کا قرارداد کے ذریعہ حکومت پر دباؤ ڈالتا ہے۔ پالیسی اصولوں کا مطلب یہ نہیں کہ قرارداد ہی نہ آسکے۔ نائب سپیکر نے کہا کہ جب پالیسی کے اصولوں میں ہے تو تحصیل حاصل ہے۔

قصوری صاحب نے کہا کہ اس ادارہ کا کام اسے نافذ کرانا اور اس پر رائے کا اظہار کرانا ہے۔ اس ادارہ کو حق حاصل ہے کہ وہ قرارداد کے ذریعہ ملک بھر کے قحبہ خانے شراب نوشی اور سود وغیرہ ختم کرنے کا مطالبہ کرے۔

اس کے بعد وفاقی وزیر جے اے رحیم نے تقریر میں کہا کہ بیشک مولانا بہت پرہیزگار اور پاکیزہ کردار والے ہیں۔ مگر جس نظام کو وہ اس ملک میں لانا چاہتے ہیں وہ مثالی نظام اس غریب ملک میں نہیں آسکتا۔ اس کے لئے انقلابی اقدامات کی ضرورت ہوگی۔ میں نہیں سمجھتا کہ بنکوں کا نظام ختم کیا

جاسکتا ہے۔ جناب غلام فاروق صاحب، جو اقتصادیات کے گنے چنے ماہرین میں سے ہیں اور بینکنگ کا بھی تجربہ رکھتے ہیں نے قرارداد کی پر زور حمایت کی اور اس بات کی تردید کی بنکنگ نظام بغیر سود کے نہیں چل سکتا۔ انہوں نے اسی برصغیر سے کئی مثالیں پیش کیں کہ بڑی بڑی صنعتیں اور ادارے بغیر سود کے قرضے کے شروع کئے گئے، احمد آباد بھارت کی تمام ملز اس کی مثال ہیں۔ یہ تمام کاروباری ترقی بغیر سودی نظام کے بھی انہیں حاصل ہوگی۔

مولانا عبدالحکیم نے کہا کہ بحث کا رخ بنکوں پر آکر محدود ہوگیا ہے۔ حالانکہ قرارداد میں سود کی تمام قسموں کا ذکر ہے۔ پروفیسر غفور نے بھی عبوری اور مستقل آئین کے حوالہ سے سودی نظام ختم کر دینے پر زور دیا اور کہا کہ آئین میں پچھلے سارے قوانین کو اسلامی سانچے میں ڈھال دینے کا بھی ذکر ہے جب سود حرام ہے تو حکومت کا فرض ہے کہ اس بارہ میں عملی اقدامات کرے۔ مولانا عبدالحق مدظلہ نے بھی اخیر مرحلہ پر کہا کہ قرارداد سے مستقل آئین اور عبوری میں سود کی ممانعت کی اہمیت اور بڑھ سکتی ہے تو پھر قرارداد منظور کر دینے میں کون سی قباحت ہے۔ اس لئے میں قرارداد واپس لے لینے کا مشورہ قبول نہیں کر سکتا۔ آپ اسے کثرت رائے سے مسترد کر دیں یا بحث جاری رکھیں، بحث جاری رہی اور پیپلز پارٹی کے جناب غلام رسول تارڑ نے قرارداد کے حق میں تقریر کرتے ہوئے کہا کہ میرے نزدیک سود قطعی غیر اسلامی چیز ہے۔ اس پر بحث کرنا ہی نہیں چاہئے۔ سعودی عرب میں سود کا ایک پیسہ وصول نہیں ہوتا۔ نظام بدلنے سے سب کچھ ہو سکتا ہے۔ غریب ملک جو بھیک مانگتے تھے وہاں زکوٰۃ وصول کرنے والا نہیں ملتا اور وہاں سود نہیں۔ یہ ملک سود کے بغیر بے مثال ترقی کر سکتا ہے۔ انہوں نے کہا کہ معاملہ مشاورتی کونسل بھیجا جائے۔ مگر تین ماہ میں رپورٹ آنے کی شرط لگائی جائے۔ مشاورتی کونسل مجبور ہوتی ہے یا آزاد مجھے اس سے بحث نہیں مگر اس میں جید علماء کو مقرر کرنا چاہئے۔ ہم جب مسلمان ہیں قرآن وسنت پر ایمان رکھتے ہیں تو سود کو حرام کہنا ہی پڑے گا۔ تارڑ صاحب کی تقریر سرکاری تبکدہ میں ایک ہی اذان تھی۔

وزیر خزانہ نے مشاورتی کونسل کے سلسلہ میں جواب دیتے ہوئے کہا کہ ۱۹۵۶ء میں مشاورتی کونسل نے جواب دیا تھا کہ وہ اس بارہ میں متفق ہے کہ ربوا حرام ہے، مگر وہ فیصلہ نہیں کر سکے تھے کہ عوامی سودوں اور صوبائی قرضوں وغیرہ پر لگایا گیا۔ سود ربوا میں شامل ہے یا نہیں وزارت مالیات نے پھر ابہام رفع کرانا چاہا کونسل نے صاف کہا کہ ہم نہیں بتا سکتے کہ موجودہ سود ربوا میں شامل ہے یا نہیں بعض نے رپورٹ میں کاروباری سود وغیرہ کو حرام قرار دیا بعض نے نوٹ جاری کرتے ہوئے کہا

کمیشن پرائز بانڈ، پراویڈنٹ، پوسٹل لائف فنڈ بھی ربوا میں شامل کر دی۔ بعض نے ربوا کو حرام کہا مگر بنک کے سود کو مستثنیٰ قرار دیا۔ الغرض شخصی ملکیت کی بنیاد سود ہے۔ ہم اسے ختم کریں گے۔ مگر ساری باتوں کو سوچ کر۔ مولانا غلام غوث ہزاروی نے وزیر خزانہ کا جواب دیتے ہوئے کہا کہ وزیر خزانہ نے علماء اور ججوں کے بڑے حوالے دیئے مگر کونسل میں کون سے علماء رکھے۔ اور جب کونسل ایک ایسے مسئلہ پر واضح فیصلہ نہ دے سکی تو ایسے نااہلوں کو کیوں رکھا گیا۔ اس لئے تو ہم کونسل میں کم از کم نصف تعداد علماء کی رکھنے کا مطالبہ کرتے ہیں۔ پیر آف پگارا نے کہ صدر سے میں نے خود کہہ دیا تھا کہ اس موجودہ شکل میں ہم کونسل کے فیصلوں کو کب صحیح کہہ سکتے ہیں۔ اس میں چار علماء رکھنے کا تو ذکر ہے مگر باقی ۹ ارکان کی اہلیت ایسی ہی مبہم رکھی گئی ہے۔ مولانا نے پی پی کے غلام رسول تارڑ کی تحسین کی کہ انہوں نے اسلامی فرض ادا کیا۔ انہوں نے تجویز پیش کی کہ قرارداد کو آپ کونسل بھیج دیں۔ انہوں نے کہا وزیر خزانہ سرمایہ داری کی مخالفت کرتے ہوئے نفع اور سود میں فرق نہیں کر سکتے یہ فرق کرنا ہمارا کام نہیں، مسئلہ نازک ہے۔ اس لئے تقریریں بھی احتیاط سے کرنی چاہئیں۔

پی پی کے باغی جوشیلے ممبر راؤ خورشید علی نے ایمانی جرأت کا مظاہرہ کرتے ہوئے قرارداد کی حمایت کی اور کہا کہ مولانا عبدالحق کا شکرگزار ہونا چاہئے جنہوں نے معزز ایوان کو یہ موقع فراہم کیا کہ ایسے نازک اہم مسئلہ پر اظہار رائے کیا جائے۔ انہوں نے کہا وزیر قانون کہتے ہیں کہ یہ قرارداد آئین کے مطابق نہیں تو اسے کیوں پیش کرنے دیا گیا اگر مولانا پرائیویٹ بل لاتے تو اس وقت کہہ دیا جاتا کہ اسے قرارداد کی شکل میں آنا تھا۔ بہرحال مولانا کی قرارداد نہایت اہم ہے جب طے شدہ ہے کہ اسلام کے خلاف کوئی کام نہیں کرنا اور اسلام میں ربوا اور سود کی اتنی مذمت آئی ہے کہ آدمی اس پر غور کرے تو ڈر لگتا ہے۔ یہ ہمارے چار سو بھوک افلاس بے روزگاری کی لعنت، سود کا اثر نہیں تو اور کیا ہے۔ تو اسے ٹالنے والی بات موزوں نہیں۔ بلاسود بنکاری ناممکن نہیں، اس پر مستند کتابیں لکھی گئی ہیں۔ اگر خدا و رسول کو خوش کرنے ہم سود سے پاک معیشت کو آزمالیں تو کیا حرج ہے۔ راؤ صاحب نے کہا کہ دوسری چیز جسے قرارداد کے ذریعہ توجہ دلائی گئی وہ یہ کہ ہماری رائے لوگوں تک پہنچ جائے جن کے ووٹ سے ہم منتخب ہو کر آئے ہیں۔ اب مولانا عبدالحق، مولانا ہزاروی، پیرزادہ صاحب، مبشر صاحب وغیرہ کی ساری باتیں لوگوں تک پہنچیں گی۔ آئندہ لوگ اس بات کا نوٹس لیں گے کہ کون نمائندگی کا اہل ہے۔ جو یہاں ایوان میں خدا و رسول کی سود جیسے مسئلہ میں مخالفت کریں گے تو شاید اس وقت اکثریت کے بل پر اسے ناکام بنا دیں لیکن یہ ساری مخلوق دیکھ رہی ہے، ان کو جواب دہی کرنا پڑے گی کہ یہی لوگ

ہیں جنہوں نے ایوان میں حرام کو حلال قرار دیا۔ تو سود ختم کرنے کے لئے فضا ہموار کرنی چاہیئے۔
علماء ایسی قراردادوں سے آئندہ قانون سازی کا رخ متعین کرنا چاہتے ہیں۔ علماء نے اپنا نقطۂ نظر رکھ دیا ہے۔ اس لئے صحیح معنوں میں قانون سازی کے لئے اس قسم کی قراردادوں پر بحث ضروری ہے کہ ایوان کا نقطۂ نظر سامنے آتا ہے۔
پی پی پی کے گردیزی صاحب نے کہا کہ ہر مسلمان کا فرض ہے کہ سود کو حرام سمجھے مگر موجودہ نظام اقتصادیات کے ساتھ چلتے ہوئے کچھ فیصلہ کرنا ہوگا۔ اس کے بعد مولانا عبدالمصطفیٰ الازہری نے قرارداد کی تائید میں تقریر شروع کی اور کہا کہ سود کا مسئلہ کبھی محل نظر نہیں رہا۔ اور آج صبح قاری نے جو تلاوت کی، اتفاقاً وہ قدرت کیطرف سے آج کے مسئلہ پر ایک تنبیہ تھی۔ کہ من اعرض عن ذکری فان لہٗ معیشۃ ضنکاً۔ یہ معیشت کا فساد خدا سے روگردانی ہی کا نتیجہ ہے ــــ (اجلاس ختم ہونے کا وقت ہوا اور بحث دوسرے کسی غیر سرکاری دن پر ملتوی کراتے ہوئے سپیکر نے اجلاس ختم کرادیا۔)

۲۹ جون ۷۳ء کو قرارداد پر دوبارہ بحث شروع ہوئی تو ازہری صاحب نے اپنی تقریر جاری رکھ کر کہا کہ قرآن کا اصول معاشیات لا تظلمون ولا تظلمون ہے۔ نہ خود ظلم کرے نہ دوسرے کو موقع دے۔ سودی ظلم کا کاروبار مٹانا اسلامی حکومت کا فرض ہے۔ حضور نے حجۃ الوداع میں سود کو قدموں میں روندنے کا اعلان کیا۔ حضور کے اس اعلان کو ہم یہاں ایوان میں دہرا کر اور ایوان کو شاہد بنا کر احکام شریعت پہنچانے کا فریضہ ادا کرچکے ہیں اس لئے میں مولانا عبدالحق مدظلہ کی قرارداد جس میں مسلمانوں کی ترجمانی کی گئی ہے کی تائید کرتا ہوں۔
جماعت اسلامی کے جناب محمود اعظم فاروقی نے قرارداد کے حق میں کہا کہ ہم ترقی یافتہ ملکوں سے بلاسود قرضوں کے امیدوار ہیں اور ملکی قرضوں پر سود لگاتے ہیں۔ یہاں تک کہ مزدور کو سائیکل قرض خریدنے پر بھی سود لگاتے ہیں۔ یہ کیسا تضاد ہے۔ تو دستور پر کچھ تو عمل ضروری ہے۔ حقائق سے انحراف نفاق ہے۔ جو ہماری پالیسیوں کا اذیت ناک پہلو ہے۔ انہوں نے انکشاف کیا کہ یہ مسئلہ اسلامی مشاورتی کونسل کو جب بھیجا گیا تو کونسل نے بنک کے سود کو بھی حرام قرار دیا اور رپورٹ کی اکثریت کی رائے ہر قسم کے سود کو حرام قرار دینے کی تھی مگر اس رپورٹ کو مختلف وجوہات سے رکوا دیا گیا۔
قائم مقام سپیکر ملک محمد جعفر نے لفظ ربوا کے معنی متعین کرانے پر زور دیا۔ فاروقی صاحب نے کہا کہ لفظ کا معنی اس کا معاشرہ میں استعمال سے متعین ہوتا ہے۔ حضور کے زمانہ میں ربوا کی وہی شکل تھی جو آج

سود کی شکل میں رائج ہے۔ بلاسود بنکاری انوکھی چیز نہیں، مغربی مفکرین اور ماہرین معاشیات سودی نظام کو معاشی نقطۂ نظر سے غلط قرار دے چکے ہیں۔ ہمارے سٹیٹ بنک کے گورنر بھی باہر جاکر یہی کہتے ہیں۔ تو آج کا سود جو مہاجن سود ہے کہ دس ہزار پر اٹھارہ ہزار سود ہے۔ اس لئے مولانا کی قرارداد نہایت بر وقت ہے۔ مولانا شاہ احمد نورانی نے بھی ملک جعفر کا جواب دیتے ہوئے کہا کہ انٹرسٹ کا مطلب لاء بک میں وہی ہے جو ربوا ہے شریعت میں۔

پیپلز پارٹی کے ممتاز احمد صاحب نے بھی سرکاری ترجمانی کرتے ہوئے وہی بات دہرائی کہ سود لینا دینا گناہ ہے۔ مگر پہلے معاشرہ کو اسلامی بنانا ہوگا۔ مگر وہ یہ وضاحت نہ کرسکے کہ آخر اسلامی بنانے کا یہ عمل سود، شراب، جوا، زنا کے خاتمہ سے نہیں شروع ہو سکا تو کب اور کیسے شرمندہ وجود ہوگا۔ ممتاز احمد صاحب نے یہ بھی الزام لگایا کہ اسلامی حکومتوں میں سود مضاعفاً بھی لیا جاتا تھا۔ بنکوں کے نظام نے بتدریج اسکی شرح کم کردی۔ اب کسی ملک میں بھی سودی نظام کے بغیر معاشیات چل سکنے کی مثال نہیں۔ سوشلسٹوں نے بھی پہلے سرمایہ داری ختم کردی تب بلا سود بنکاری قائم کی۔

جمعیۃ العلماء پاکستان کے مولانا سید محمد علی نے تقریر کرتے ہوئے کہا کہ قرارداد کے مخالفین سرمایہ داری کی بنیادیں مستحکم کرنا چاہتے ہیں جس کے خلاف زبانی دعوے ہو رہے ہیں۔ بنکوں کو مضاربت کی شکل میں بھی چلایا جاسکتا ہے۔ نقصان کے بغیر نفع ہی نفع تو قطعاً سود ہے۔ مضاربت سے چھوٹے سرمایہ کار بھی نفع میں شریک ہوسکیں گے۔ صرف بنک کے دیوالیہ کا خطرہ بھی ختم ہوجائے گا کہ سرمایہ والے بھی نقصان میں شریک ہوں گے۔

ملک جعفر اور ڈاکٹر مبشر حسن نے یہ نکتہ اٹھایا کہ منقولہ یا غیر منقولہ جائداد کے استعمال کا معاوضہ اور زمین کا ٹھیکہ دینا اور لگان وغیرہ بھی سود ہے یا نہیں۔ فاضل مقرر اس الجھن کو وضاحت سے دور نہ کرسکے مگر ان کی تقریر جاری تھی تو جواب بھی دیتے رہے۔ پھر بھی انہوں نے اجارہ، رہن اور سود کا فرق سمجھانے کی کوشش کی۔

جمعیۃ العلماء اسلام کے مولانا نعمت اللہ نے تقریر کرتے ہوئے کہا کہ سود کی حرمت کے وقت بھی لوگوں کو ایسی ہی الجھنیں تھیں کہ روپیہ پہ روپیہ تو ناجائز اور تجارت کا نفع جائز مگر نفع اور سود میں فرق ہے۔ سود میں اصل محفوظ ہوتا ہے۔ نقصان ایک کا ہوتا ہے، تجارت میں اصل کے ضائع ہونے کا بھی اندیشہ ہوتا ہے۔ اگر اکتناز و ادخار کے خیال سے خریدے وہ بھی حرام ہے۔ مہنگائی پیدا کرنے کی نیت سے بھی حرام ہے مگر عام تجارت حلال ہے۔ اگر ہم مسلمان ہیں تو ہمیں انگریزی نظام، تہذیب و تمدن سب

کو چھوڑنا ہوگا۔ مولانا نے تعجب ظاہر کیا کہ یہاں اور باہر تو سب سود کو حرام کہتے ہیں۔ مگر ووٹ پھر بھی خلاف دیدیتے ہیں۔ یہاں بانئ پاکستان کی بے عزتی کرنے والوں کے لئے تو ہتھکڑیاں ہیں مگر اسلام کے اصولوں کی اس طرح پائمالی کے لئے کوئی سزا نہیں ہیں اس لئے عوام نے منتخب کیا کہ اسلامی فریضہ ادا کر سکیں اگر آج ہی آپ اعلان کردیں تو کوئی بھی کام نہیں رکے گا۔ قذافی نے شراب سود سب کچھ حرام کردیا اس کا کون سا کام بند ہوا۔

مولانا عبدالحکیم نے کہا کہ ہم سرکاری کے مخالف نہیں اسکی اصلاح کرنا چاہتے ہیں اسلام کا عدل عمرانی نافذ کرانے کے لئے سود کا خاتمہ ضروری ہے۔ سود کا مسئلہ عقل سے زیادہ نقل سے بھی تعلق رکھتا ہے۔ اور صحیح نقلی دلیل ہزار عقلی باتوں پر بھاری ہے۔ انہوں نے اسلام میں قرض حسنہ کی اہمیت پر روشنی ڈالی اور کہا کہ قرضوں کا تحفظ رہان مقبوضہ کہہ کر کیا گیا۔ اگر رہن نہ ہو تو وثیقہ لکھ دیا جائے۔ تجارت میں شراکت کی اجازت دی۔ ظلم اور حق تلفی روکنے کے لئے تلقی الجلب (شہر سے باہر جاکر سودا کرنا) سے روکا کہ اسے مارکیٹ میں آنے دو تاکہ وہ خود مارکیٹ میں اپنی قیمت متعین کرسکیں انہوں نے کہا ہم استحصال ختم کرنے کے دعووں کے باوجود سود باقی رکھنے پر کیوں مصر ہیں جو مغربی نظام کے بانی یہودیوں کا ورثہ ہے۔

کونسل لیگ کے رکن کرم بخش اعوان صاحب جو اب سرکاری پارٹی کے ہمنوا ہیں نے بھی قرارداد کی حمایت کی اور کہا کہ کلمہ پڑھنے کے بعد حضورؐ کے لائے نظام حیات کے ہم پابند ہوتے پھر بھی ایسی چیز میں جائز و ناجائز کا پوچھتے ہیں۔ اگر ہماری زندگی اپنی پٹڑی پر نہ رہی تو ایکسیڈنٹ یقینی ہوگا۔ قوم خدا کے صراط مستقیم پر رہی تو توازن قائم رہے گا۔۔۔۔ پیپلز پارٹی کے علی حسن منگی نے قرارداد کی مخالفت کی اور کہا اقتصادی بین الاقوامی معاہدوں میں پھنسے ہوئے ہیں۔ ترقیاتی مقاصد کے لئے قرضوں کی ضرورت ہے۔۔۔۔ راؤ حفیظ اللہ نے بھی قرارداد کی مخالفت میں ایسے ہی خیالات کا اظہار کیا۔۔۔۔ اس وقت ایوان کا وقت ختم ہونے کا تھا۔ اتفاق سے سرکاری ارکان کی اکثریت نہیں بن سکی تھی، حزب اختلاف کو اصرار تھا کہ ابھی ووٹنگ کرائی جائے۔ مگر سپیکر صاحب برابر ٹال رہے تھے۔ قصوری صاحب نے کہا قرارداد ایک سفارش ہوتی ہے جس پر آپ تحدید نہیں کرسکتے، اب حکومت اس لئے ووٹ نہیں دینا چاہتی کہ پوزیشن خراب ہوتی ہے۔ اس مسئلہ پر ایوان میں ہنگامہ جاری رہا کہ سپیکر نے ڈپٹی لیڈر شیخ رشید کو تقریر کرنے کا کہا ان کی کوئی تقریر استحصال کے ورد سے خالی نہیں ہوتی۔ آج استحصال کی بنیادی جڑ سود ختم کردینے کی مخالفت کرتے ہوئے بھی انہوں نے یہ حربہ خوب استعمال کیا۔ ایک مرحلہ پر جب انہوں نے کہا کہ ہم قرارداد پیش کریں گے۔ کہ ہر قسم کا استحصال ختم کیا جائے تو حزب اختلاف نے شور بلند کیا کہ ابھی